سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں تصورِ فلاح و بہبود

The Concept of Welfare in the Light of *Sīrat-al-Nabī*

ڈاکٹر ضیاء الرحمن*

ABSTRACT

Islam is the religion of welfare. It emphasizes on accomplishing the rights of human beings concurrently the rights of Allah. Similarly, the government and the member of society jolted regarding this collectively. And everyone is stimulated concerning his responsibilities and adjudges the followers just like one body. Islamic community is just like a cooperative society. It is a duty of everybody to assist the deprived not only financially but also ethically. Until, to meet affably is declared charity. The leader of Islamic state is the responsible for the welfare of everybody. Rather he is bound to feed every being. That is why *Haḍrat ʻUmar* said that he is liable in the Day of Judgment if a dog is died due to starvation in his regime. In the research paper, the concept of welfare has been manifested in the light of *Sīrat-al-Nabī*. The method adopted for the research is qualitative as well as descriptive. The Holy prophet urged the believers of Islam on mutual assistance in adverse times. In disaster situations, the responsibilities of every Muslim increase and he should devote his intention tooth, nail and body to rescue.

Key Words*:* *Welfare, Sīrat-al-Nabī, Muslim State, Rights.*

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور

نبی کریم ﷺ کی بعثت سے قبل نادار غریب لوگ معاشرہ کا مظلوم ترین طبقہ تھا۔ آپ ﷺ نے عملی طور پر اس طبقہ کی دلجوئی فرمائی۔ یہ آپ ﷺ کی تعلیمات کا ہی ثمرہ تھا کہ دولت و ثروت بڑا ہونے کا معیار نہ رہا بلکہ تقویٰ معیار بنا۔ تعلیمات نبوی میں اس طبقہ سے ہمدردی و غمگساری کے پس پردہ ذاتی مفادات کا شائبہ تک نہیں، صرف اور صرف رضائے الٰہی مقصود ہے۔

آپ ﷺ نے اہل اسلام کو مشکل لمحات میں باہمی نصرت و اعانت کی ترغیب دلائی، اسی طرح اجتماعی طور پر معاشرہ کے افراد اور حکومت کو بھی اس سلسلہ میں ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلایا ہر ایک کو اس کی رعیت کے بارے میں ذمہ داریوں سے آگاہ کیا اور ساتھ ہی امت کو جسد واحد قرار دے کر اس جانب متوجہ کیا کہ دوسروں کے لئے خدمات سرانجام دینے والے در حقیقت اپنی ضروریات کی تکمیل کر رہے ہوتے ہیں۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

«وَاللهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ»[۱]

جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے تو اللہ کی مدد اس کے شامل حال رہتی ہے۔

اسلامی معاشرہ ایک Co-Operative Society کی طرح ہے۔ ایک دوسرے کی مالی ہی نہیں، اخلاقی مدد کرنا بھی فریضہ ہے، اسی لئے تو خندہ پیشانی سے ملنے کو بھی صدقہ قرار دیا گیا۔ یہاں تو بچت کا تصور ہی یہ ہے کہ مخلوق خدا پر رضائے الٰہی کے لئے جو کچھ خرچ کیا جائے گا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جمع ہوتا ہے۔ تعلیمات نبوی کے مطابق آسمان سے رحمت و برکت کا نزول انسانی خدمت پر موقوف ہے۔

فلاح کا مفہوم

فلاح، فلح سے ماخوذ ہے جو کہ ف ل ح کے مادہ سے ہے جس کے معنی راہ پانا، حاصل کرنا اور کامیابی حاصل کرنا ہیں۔[۲]، قرآن مجید میں ہے:

﴿قَدْاَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا﴾[۳]

وہ کامیاب ہو گیا جس نے اپنا تزکیہ کیا۔

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُوْ مِنُوْنَ﴾[۴]

مومن کامیابی حاصل کر گئے۔

قرآن مجید کا تصورِ فلاح اپنے اندر بڑی وسعت رکھتا ہے اور اس فلاح کا تعلق صرف دنیاوی زندگی سے ہی

(۱) احمد بن حنبل، مسند احمد، حدیث نمبر: ۷۹۴۲، موسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۹۹۹ء، ۱۳/ ۳۲۵

(۲) ابنِ منظور افریقی، لسان العرب، دار صادر، بیروت، ۱۹۹۰ء، ۴/ ۵۴۷

(۳) سورۃ الشمس: ۹

(۴) سورۃ المؤمنون: ۱

نہیں بلکہ اُخروی زندگی پر بھی محیط ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾ (۱)

جو جہنم سے بچ گیا اور جنت میں چلا گیا وہ کامیاب ہو گیا۔

رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

«يَا أَيُّهَا النَّاسُ قُولُوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، تُفْلِحُوا» (۲)

لوگو! لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہو کامیاب ہو جاؤ گے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ قرآنی تصور کے مطابق اصل کامیابی وہ ہے جس سے دوزخ سے نجات اور جنت کا حصول ممکن ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آیت ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا﴾ وہ کامیاب ہوا جس نے اپنا تزکیہ کیا، میں کامیابی کو تزکیہ سے مشروط کیا گیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے فرائض منصبی میں سے ایک منصب "یزکیھم" (۳) یعنی لوگوں کا تزکیہ کرنا بھی ہے تاکہ وہ ظاہری اور باطنی پاکیزگی حاصل کر کے دنیاوی اور اُخروی فلاح و کامیابی حاصل کر سکیں۔

فلاح و بہبود کا قرآنی و نبوی تصور

انسانیت کی خدمت نمود و نمائش کے لئے نہ ہو بلکہ مقصود و مطلوب رضائے الٰہی ہو۔ اس خدمت کے بعد نہ احسان جتلایا جائے اور نہ ہی ضرورت مند کو ذلیل و رسوا کیا جائے۔ خرچ کرنے والوں کی قرآن نے یہ خوبی بیان کی ہے:

﴿الَّذِيْنَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ ثُمَّ لاَيُتْبِعُونَ مَاأَنفَقُوا مَنّاً وَلاَ أَذًى لَّهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَرَبِّهِمْ وَلاَخَوْفٌ عَلَيهِمْ وَلاَ هُم يَحْزَنُون﴾ (۴)

جو لوگ اپنا مال راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں اور جو کچھ انہوں نے خرچ کیا ہو اس پر کوئی منت اور احسان نہیں جتلاتے اور اذیت نہیں پہنچاتے ان کی جزا ان کے پروردگار کے ہاں محفوظ ہے اور انہیں کوئی خوف اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں۔

فلاح و بہبود کے کاموں میں ریاکاری اور نمود و نمائش سے بچنا از حد ضروری ہے کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے ریاکاری کو شرک کی قسم قرار دیا ہے اور ایک ریاکار کے لئے احادیث میں بہت سخت وعید آئی ہے۔ جہنم کے نچلے درجے میں ایک ریاکار سخی بھی ہو گا۔

---

(۱) سورۃ آل عمران: ۱۸۵

(۲) مسند احمد، باب حدیث ربیعہ بن عباد الدیلی، حدیث نمبر: ۱۶۰۲۳، ۲۵ / ۴۰۴

(۳) سورۃ الجمعہ: ۲

(۴) سورۃ البقرۃ: ۲۶۲

اسلام یہ قطعاً پسند نہیں کرتا کہ انسانی خدمت کے ایسے ذرائع اختیار کئے جائیں جو جائز نہیں بلکہ حرام ہیں۔ اسی لئے باطل ذرائع آمدن سے کی گئی خدمت اللہ کے ہاں قبول نہیں جیسا کہ سورہ بقرہ میں ہے:

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَايُنفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللهُ لَكُمُ الآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ﴾[1]

آپ سے شراب اور جوئے کی نسبت سوال کرتے ہیں، فرمادیں: ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے کچھ (دنیوی) فائدے بھی ہیں مگر ان دونوں کا گناہ ان کے نفع سے بڑھ کر ہے، اور آپ سے یہ بھی پوچھتے ہیں کہ کیا کچھ خرچ کریں؟ فرمادیں: جو ضرورت سے زائد ہے (خرچ کردو)، اسی طرح اللہ تمہارے لئے (اپنے) احکام کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو۔

اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا امین احسن اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ نے اس نکتہ کی بڑی خوبصورتی سے وضاحت کی:

"کہ اس آیت نے اسلامی شریعت کا یہ مزاج واضح کر دیا کہ جو چیزیں اخلاقی اعتبار سے مضر ہیں اگر ان سے کوئی فائدہ بظاہر بنی نوع انسان کو پہنچتا بھی ہو یا پہنچایا بھی جا سکتا ہو تب بھی ان کے ضرر کے پہلو کے غلبہ کے سبب اسلام میں ان سے احتراز ہی واجب ہے"۔[2]

اسلام اعتدال پسند دین ہے افراط و تفریط سے یہ فرد اور معاشرہ دونوں کو پاک دیکھنا چاہتا ہے۔ امت وسط[3] اعتقادی اور عملی دونوں جہتوں سے میانہ رو ہے۔ اسی تناظر میں یہ بات بھی درست ہو گی کہ " فلاح و بہبود" دین اسلام کے مختلف شعبہ جات میں سے ایک شعبہ ہے، کل دین نہیں بلاشبہ اس کا مقام اور اجر بہت زیادہ ہے لیکن دین کے دیگر تقاضوں کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ "خدمت خلق کل دین نہیں ہے" کے عنوان سے جلال الدین عمر انصری لکھتے ہیں:

"اسلام کی بنیاد عقائد کے بعد اعمال صالحہ پر ہے لیکن تمام اعمال صالحہ ہی درجہ اور ایک ہی حیثیت کے نہیں ہیں"۔

انسانی فلاح کا عملی اظہار خدمت خلق کی شکل میں رُونما ہوتا ہے اور اس بارے میں تعلیمات نبوی و

---

(۱) سورۃ البقرۃ: ۲۱۹

(۲) اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۴۰۳ھ، ۱/۴۷۱

(۳) سورۃ البقرۃ: ۱۴۳

سیرت طیبہ ہمارے لیے بہترین رہنمائی کرتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فلاح و خدمت انسانیت کے لیے سنہری اُصول متعین کیے ہیں۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

«خَيْرُ النَّاسِ من يَنْفَعُ النَّاسِ»[1]

تم میں سے بہتر انسان وہ ہے جو لوگوں کو نفع دے۔

خدمت خلق کے یہ سنہرے اصول فلاح بنی آدم کا حقیقی مظہر ہیں، جن سے قوموں کی زندگیوں میں معاشی، معاشرتی، سماجی کامیابیاں رونما ہوتی ہیں۔ خدمت خلق کا دائرہ کار بہت وسیع ہے۔ انسان کی اپنی ذات، عزیز واقارب، پڑوسی، دوست احباب، عورت، غلام، قیدی، ذمی، غیر مسلم، جانور حتی کہ فصلوں تک کے حقوق متعین کر کے دراصل خدمت خلق کا درس دیا گیا ہے۔ اِس میں انفرادی اور اجتماعی فلاح کا راز مضمر ہے۔ تمام ادیان میں لوگوں کی بھلائی کا تصور ہے۔

فلاح و بہبود کیلئے آپ ﷺ کے عملی اقدامات

انسانیت کا درد اور محبت خاندان رسالت مآب ﷺ کا ایک خصوصی امتیاز تھا۔ آپ ﷺ کے جد امجد قصی نے سقایہ اور رفادہ جیسے خالص فلاح و بہبود کے مناصب قائم کئے عبد مناف کو جود وسخا کی بنا پر ’’ الفیاض ‘‘ کا لقب عطا کیا گیا۔

قبل از نبوت فلاح و بہبود کے عملی اقدام

رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے عرب میں کوئی مضبوط سیاسی نظام نہیں تھا۔ جس کی وجہ سے ایک سیاسی و سماجی انتشار پایا جاتا تھا، اور لوگوں کی جان ومال محفوظ نہ تھے، باز پرس کرنے والا کوئی نہ تھا، دورِ جہالت میں لوگوں پر ظلم و ستم اور ان کی حق تلفی بہت عام تھا۔ اس صورت حال کو بعض دردمند لوگوں نے بدلنا چاہا۔ مشورہ کے لیے عبداللہ بن جدعان کے مکان پر جمع ہوئے اور یہ فیصلہ کیا کہ ظلم وزیادتی کو ہر قیمت پر روکا جائے گا۔ کسی بھی شخص پر چاہے وہ مکہ کا رہنے والا ہو یا باہر سے آیا ہو ظلم نہیں ہونے دیا جائے گا۔ ظالم کے خلاف مظلوم کی حمایت کی جائے گی اور اسے اس کا حق دلوایا جائے گا اور ضرورت مندوں اور محتاجوں کی مدد کی جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ بھی اس معاہدہ میں شریک تھے، یہ معاہدہ آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے ہوا تھا۔

آپ ﷺ کے دل میں لوگوں کی خیر خواہی، بھلائی اور مظلوم کی مدد کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ چنانچہ دور جہالت میں ہونے والا یہ معاہدہ ”حلف الفضول“ کے نام سے معروف ہے۔ جس کا ذکر سیرت کی تقریباً تمام کتب میں ہے۔

---

(۱) علاؤالدین، علی بن حسام الدین، حدیث نمبر: ۴۴۱۵۴، کنزالعمال، دار الاشاعت، کراچی، ۱۶/ ۱۲۸

قاضی سلیمان منصور پوری نے "قیام امن و نگرانی حقوق کی انجمن کا انعقاد" کے عنوان سے اس معاہدہ کا جو منشور تحریر کیا وہ درج ذیل ہے:

۱۔ ہم ملک سے بدامنی دور کریں گے۔
۲۔ ہم مسافروں کی حفاظت کیا کریں گے۔
۳۔ ہم غریبوں کی امداد کرتے رہیں گے۔
۴۔ ہم زیر دست پر ظلم کرنے سے روکا کریں گے۔(۱)

اس معاہدہ کے حوالہ سے سیرت نگاروں نے فلاح و بہبود عامہ کے پہلو کا ذکر کیا ہے۔

بعد از نبوت فلاح و بہبود کے عملی اقدام

بعد از نبوت آپ ﷺ نے نہ صرف چھوٹوں، بڑوں، والدین، اولاد، عورت، مرد، غلام نوکر، غیر مسلم بلکہ حیوانوں تک کے حقوق مقرر فرمائے۔ ان سے بھی آپ ﷺ کے جذبہ خیر خواہی کا علم ہوتا ہے۔ آپ ﷺ ہر ایک کے ساتھ خیر خواہی، ہمدردی اور حسنِ سلوک سے پیش آتے تھے۔ آپ ﷺ کو کسی نے دُکھ دیتے نہیں دیکھا بلکہ آپ ﷺ نے ہمیشہ ہی خیر و برکت کی باتیں کیں اور آپ ﷺ خدمت خلق کا باعث ہوئے۔

آپ ﷺ کا وجودِ مسعود ہی کائنات کے لیے رحمت تھا:

﴿وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ﴾(۲)

اے نبی ﷺ، ہم نے آپ کو دنیا والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

آپ ﷺ نے تجارت میں لوگوں کی خیر خواہی کا پہلو سامنے رکھا۔ کبھی کسی کے سامنے جھوٹ نہیں بولا۔ کسی پر زیادتی نہ کی۔ مال میں کوئی نقص ہوتا تو بتا دیتے تھے۔ حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کی تجارت کے لیے تشریف لے گئے تو وہاں بھی آپ ﷺ مال کے بارے میں ہر لحاظ سے وضاحت کرتے تھے۔

فلاح و بہبود کے لئے تعلیمی و تربیتی سرگرمیاں

قوموں کو اس وقت عروج حاصل ہوتا ہے جب علم میں ان کا مقام بلند ہوتا ہے۔ علم کی قدر و منزلت کی وجہ سے حضور ﷺ نے مسلمانوں کو علم کی طرف راغب کیا اور آنحضور ﷺ کے کئی اِرشادات ہیں جن سے علم کی اہمیت روزِ روشن کی طرح واضح اور عیاں ہو جاتی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) منصور پوری، قاضی سلیمان، رحمۃ للعالمین، مرکز الحرمین الاسلامی، فیصل آباد، ۱/۴۳

(۲) سورۃ الانبیاء: ۱۰۷

«طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ»[۱]

علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

مسلمان پر حصولِ علم فرض قرار دیا تاکہ ایک مسلم دنیا کے رائج علوم میں ماہر ہو کر اپنی دنیوی اور اُخروی ہر زندگی کو آسان بنا سکے اور اپنے ملک اور قوم کی فلاح وکامیابی کے متعلق سوچے۔ اللہ تعالیٰ علم حاصل کرنے پر مسلمانوں کی حوصلہ افزائی یوں فرماتا ہے۔

﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَآءُ﴾[۲]

حقیقت یہ ہے کہ بندوں میں سے صرف علم رکھنے والے لوگ ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔

سیدنا صفوان بن عسال مرادی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ انھوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ میں علم حاصل کرنے آیا ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَضَعُ أَجْنِحَتَهَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ رِضًى بِمَا يَصْنَعُ»[۳]

بے شک علم حاصل کرنے والے کے لیے فرشتے اپنے پر بچھا دیتے ہیں اس چیز سے خوش ہو کر جو وہ کرتا ہے۔

اصحاب صفہ کے ساتھ نبی کریم ﷺ کا تعلق بھی علم و عمل کی اہمیت پر روشنی ڈالتا ہے۔ مسجد نبوی ﷺ میں دو مجالس میں سے علم کی مجلس کو آپ ﷺ کا پسند کرنا بھی اہمیت علم کو واضح کرتا ہے۔ علم والی مجلس اور ذکر والی مجلس دونوں کی تعریف فرمائی لیکن خود علم والی مجلس میں تشریف فرما ہوئے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول ﷺ نے فرمایا:

"علم حاصل کرو اور اس کے لیے سکون و وقار بھی سیکھو اور جن سے تعلیم حاصل کرتے ہو
ان کا احترام کرو اور متکبر عالموں میں سے نہ بن جاؤ"۔[۴]

اہل صفہ مومنین کا وہ جلیل القدر گروہ ہے کہ جن کے احوال خبر دیتے تھے کہ ایمان کی حلاوت جس کو نصیب ہو جائے پھر اسے اپنی مفلوک الحالی، بھوک، پیاس اور دیگر تعیشات زندگی کی کوئی پرواہ نہیں رہتی، نبی ﷺ نے مختلف اسلوب اختیار کر کے اس اقامتی ادارہ کے طلباء کی اعانت فرمائی۔ اس سلسلہ میں اسوۂ رسول ﷺ سے درج ذیل نکات سامنے آتے ہیں۔

---

(۱) ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، حدیث نمبر: ۲۲۴، دار احیاء الکتب العربی، بیروت، ۱/۸۱
(۲) سورۃ فاطر: ۲۸
(۳) نیشاپوری، امام حاکم، المستدرک علی الصحیحین، حدیث نمبر: ۳۴۱، دار الفکر، بیروت، ۱۹۹۰ء، ۱/۱۸۰
(۴) ابن عبد البر، جامع بیان العلم، دار الفکر، بیروت، ۱/۱۵۱

۱۔ ضرورت مندوں کی ضرورتوں کو پورا کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے۔
۲۔ زکوٰۃ اور دیگر صدقات و تکافل کا ذریعہ ہیں لیکن ان کے علاوہ دوست احباب سے ملنے والے تحائف و ہدایہ بھی ایثار کرتے ہوئے مساکین تک پہنچانے چاہئیں۔
۳۔ معاشرہ کے اہلِ ثروت اپنی استطاعت کے مطابق کسی ضرورت مند کی کفالت اپنے ذمے لیں۔
۴۔ ایسے افراد کے لئے روزگار کی فراہمی کے اسباب پیدا کئے جائیں تا کہ تدریجاً ایسے افراد کی تعداد میں کمی آسکے۔

مواخات مدینہ

نئے علاقہ اور نئے لوگوں میں، اپنے علاقہ اور اعزاء و اقربا کو چھوڑ کر آبسنا، یقیناً صاحبان ایمان و تقویٰ ہی کے بس میں تھا۔ مدینہ منورہ کی نئی فضاء میں بھی رسول خدا ﷺ نے انسانی احساسات و جذبات اور مشکلات و پریشانیوں کا خیال رکھا۔ ان حالات میں نبی رحمت ﷺ نے مہاجرین و انصار میں مواخات قائم کی۔ یہ مواخات کثیر المقاصد تھی اس کے سیاسی، سماجی، اخلاقی، معاشی اور جذباتی سبھی پہلو اہم تھے۔

مواخات کی فلاحی نوعیت پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں:

> "معیشت کی بنیاد "مواخاۃ" پر رکھی گئی تھی۔ مواخاۃ کا مطلب یہ ہے کہ سب مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ لہٰذا انہیں معاشی زندگی اس طرح گزارنی چاہیے جس طرح ایک صالح کنبے کے افراد کو اخوت و مساوات کے اصول پر گزارنی چاہیے"۔[۱]

شفاخانوں کا قیام

اسلام سے قبل عرب میں علاج کرانا ایک لحاظ سے ہر شخص کا ذاتی یا زیادہ سے زیادہ خاندانی مسئلہ تھا۔ جسے طاقت اور وسائل کے مطابق حل کیا جاتا تھا۔ شفاء خانوں یا ہسپتالوں کا وجود نہیں تھا۔ لیکن اسلام کی آمد کے بعد شفاء خانوں کی بنیاد پڑ گئی۔ صحابیہ حضرت رفیدہ رضی اللہ عنہا نے مسجد نبوی ﷺ کے پاس ایک خیمہ لگا رکھا تھا جس میں وہ محض ثواب کی خاطر جنگ میں زخمی ہونے والے ان افراد کی مرہم پٹی اور علاج کرتی تھیں جن کی نگہداشت کرنے والا کوئی نہ تھا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ غزوہ خندق میں زخمی ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی قوم سے کہا کہ وہ انہیں اس خیمہ میں رکھیں تا کہ وہ قریب رہیں اور عیادت کرنے میں آپ ﷺ کو آسانی ہو۔[۲]

مساجد کی تعمیر

مساجد کی تعمیر اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے کی جاتی ہے، اس کی تعمیر براہِ راست عبادت میں تعاون ہے، لیکن دورِ

(۱) نصیر احمد ناصر، پیغمبر اعظم و آخر ﷺ، فیروز سنز، لاہور، ص:۴۹۶
(۲) ابنِ ہشام، سیرۃ النبی ﷺ، ادارہ اسلامیات انار کلی، لاہور، ۳/۲۵۸

اول میں مساجد عبادت کے علاوہ مسلمانوں کے تعلیمی، سماجی اور سیاسی مراکز کی بھی حیثیت رکھتی تھیں۔ ان کی حیثیت اب بہت کچھ بدل چکی ہے۔ رفاہی خدمات کے ذیل میں ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ بَنَى مَسْجِدًا يَبْتَغِي بِهِ وَجْهَ اللَّهِ بَنَى اللَّهُ لَهُ مِثْلَهُ فِي الجَنَّةِ»(۱)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کسی نے اللہ کی رضا کی طلب میں کوئی مسجد بنائی تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس طرح کا گھر جنت میں بنائے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تعمیر مسجد بہت کارِ ثواب ہے۔ مسجد ایک بہت بڑا رفاہی ادارہ ہے، جس میں مسلمانوں کی عبادت و ملاقات سے لے کر معاملات کے فیصلے تک کیے جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ جب کبھی سفر سے واپس آتے تو پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے، لوگوں سے ملتے ان کے حالات معلوم کرتے بعض فیصلے کرتے اور بعد ازاں گھر تشریف لے جاتے۔ مسجد کی ہر جگہ تعلیمی مرکز کی حیثیت ہونی چاہیے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ مسجد نبوی میں صفہ ایک ایسا ادارہ تھا جہاں خوراک اور لباس سے غریبوں کی مالی اعانت کی جاتی تھی۔ یہ بات بہت خوش آئند ہے کہ مغربی ممالک میں مساجد اخلاقی اداروں اور کمیونٹی سینٹرز کا کام سر انجام دے رہی ہیں۔ عبادت، تعلیم و تعلم اور شادی بیاہ جیسے امور وہاں سر انجام پاتے ہیں۔

سرائیں اور قیام گاہیں تعمیر کرنا

فلاحی خدمات میں سے ہوٹلوں اور مسافر خانوں کی تعمیر بھی ہے۔ جہاں مسافروں کو بہتر سہولتیں حاصل ہوں، اور دیس سے دوری کی وجہ سے انھیں مشکلات کا سامنانہ کرنا پڑے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے جس سے اس کا اجر و ثواب اور فضیلت ظاہر ہو جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

"مومن کے مرنے کے بعد بھی جن اعمال اور نیکیوں کا ثواب اسے پہنچتا رہتا ہے ان میں یہ چیزیں بھی داخل ہیں۔ وہ علم جس کی اس نے تعلیم دی اور پھیلایا، نیک اولاد جو اس نے چھوڑی، قرآن مجید جس کا اُس نے اپنے بعد کسی کو وارث بنایا یا مسجد جو اس نے بنوائی یا مسافروں کے لیے کوئی مکان تعمیر کرایا یا نہر جو اس نے کھدوائی یا وہ صدقہ جو اس نے اپنے مال سے صحت کی حالت میں اپنی زندگی میں نکالا۔ اس کا ثواب اس کے مرنے کے بعد بھی ملے گا"۔(۲)

---

(۱) بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، باب من بنی مسجدا، حدیث نمبر: ۴۵۰، دار طوق النجاۃ، مصر، ۱۴۲۲ھ

(۲) ابن ماجہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، بَابُ ثَوَابِ مُعَلِّمِ النَّاسَ الْخَيْرَ، حدیث نمبر: ۲۴۲، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت

اس حدیث میں فلاح و بہبود کے بعض خاص کاموں کا ذکر ہے، اور انھیں صدقہ جاریہ کہا گیا ہے۔ان میں مسافروں کے لیے مکان اور سرائے کی تعمیر بھی ہے۔ایک اور ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

«إِذَا مَاتَ الإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ: صَدَقَةٌ جَارِيَةٌ، وَعِلْمٌ يُنْتَفَعُ بِهِ، وَوَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُو لَهُ»[۱]

جب انسان انتقال کر جاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں سوائے تین کے، صدقہ جاریہ یا وہ علم جو اس کو فائدہ دے یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہو۔

کنویں کھدوانا

پانی زندگی کی بنیادی ضرورت ہے۔ آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی صاف پانی کی فراہمی ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔اسلام نے اس کی طرف جس طرح توجہ دلائی ہے۔اس کا اندازہ اُوپر کی اس روایت سے لگایا جاسکتا ہے جس میں بندگان خدا کے لیے نہر کی تعمیر کو صدقہ جاریہ کہا گیا ہے۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا انتقال ہوا تو انھوں نے چاہا کہ ان کی طرف سے صدقہ و خیرات کریں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کون سا صدقہ سب سے اچھا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کنواں کھدوانا۔ چنانچہ انھوں نے اپنی ماں کے نام سے کنواں کھدوایا۔[۲]

ذرائع آمدورفت کی درستگی

اسلام نے فلاحی خدمات کی ذمہ داری ریاست کے افراد پر ڈالی ہے اور ان افراد کو کہا گیا ہے کہ راستوں کو صاف رکھیں اور ان پر جو رکاوٹیں ہوں انھیں دور کریں۔ اس سلسلے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت معروف ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ أَوْ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً، فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ»[۳]

ایمان کی ستر یا ساٹھ سے اوپر شاخیں ہیں ان میں سے بہتر لا الہ الا اللہ ہے اور ادنیٰ شاخ راستہ سے تکلیف کو دور کرنا ہے۔ حیاء ایمان کی ایک شاخ ہے۔

---

(۱) ترمذی، محمد بن عیسی، سنن ترمذی، باب فی الوقف، حدیث نمبر: ۱۳۷۵- ۱۳۷۶، شرکہ مکتبہ ومطبعہ مصطفی البابی الحلبی، مصر، ۱۹۷۵ء

(۲) ابو داوٗد، سلیمان بن اشعث، سنن ابو داوٗد، حدیث نمبر: ۱۵۳، المکتبہ العصریہ، صیدا، بیروت

(۳) قشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، باب شعب الایمان، حدیث نمبر: ۵۳، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱/ ۶۳

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ ﷺ نے تاکید کی کہ وہ راستے کو اس کا حق دیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا راستے کا حق کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"آنکھوں کو نیچے رکھنا، راستے سے تکلیف دہ چیز کو دور کرنا اور بھٹکے ہوئے کی راہنمائی کرنا"(۱)

درخت لگانا

فلاح انسانیت میں سے لوگوں کے گزرنے میں آسانی پیدا کرنا بھی شامل ہے۔ گرمیوں میں سایہ کی سہولت درخت لگا کر مہیا کرنا، ماحول کو آلودہ ہونے سے بچانے کے لیے راستے کے کناروں پر درختوں کا لگانا بھی خلق خدا کی بھلائی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا، أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا، فَيَأْكُلُ مِنْهُ طَيْرٌ أَوْ إِنْسَانٌ أَوْ بَهِيمَةٌ، إِلَّا كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ »(۲)

کوئی انسان جو درخت لگاتا ہے یا کھیتی کرتا ہے تو اس سے پرندے یا انسان یا جانور کھاتے ہیں تو وہ اس کے لیے صدقہ ہے۔

یہ صدقہ جاریہ ہی کی ایک صورت ہے جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے لگائے ہوئے درخت سے لوگ مستفید ہوتے ہیں۔

"حضرت سعید بن ابی بردہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "کہ ہر مسلمان پر صدقہ ہے۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا اگر وہ صدقہ کو نہ پاسکے، آپ ﷺ نے فرمایا اپنے ہاتھوں سے کمائے اور اپنے آپ کو نفع پہنچائے اور صدقہ کرے۔ عرض کیا گیا اگر یہ بھی نہ کر سکے، فرمایا کسی مجبور اور پریشان آدمی کی مدد کرے، پوچھا یہ بھی نہ کر سکے، فرمایا نیکی کا حکم دے۔ عرض کی یہ بھی نہ ہو سکے تو فرمایا برائی سے باز رہے یہ بھی صدقہ ہے"۔(۳)

خیر خواہی کا جذبہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری ہے جان ہے کوئی بندہ اُس وقت تک

---

(۱) صحیح مسلم حدیث نمبر: ۴۸۱۵۔۴۸۱۷، ۳/۱۶۷۵
(۲) صحیح بخاری، باب فضل الذرع والغرس اذا اکل منہ، حدیث نمبر: ۲۳۲۰، ۳/ ۱۰۳
(۳) صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۳۳۳، ۲/۶۹۹

ایمان دار نہیں بن سکتا جب تک اپنے بھائی کے لیے وہی بات پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے"۔(۱)

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یہ بات کسی شخص کے لیے حلال نہیں کہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرے۔اس طرح کہ دونوں ملیں اور یہ ادھر منہ پھیر لے اور وہ ادھر منہ پھیر لے۔ سنو! ان دونوں میں اچھا وہ ہے جو سلام کرے"۔(۲)

غیر مسلموں سے تعاون

انسانوں کی خدمت اور ان کی فلاح و بہبود کے کام میں غیر مسلم تنظیموں اور اداروں کے ساتھ تعاون میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، اس سلسلہ میں قرآن مجید نے یہ اصولی تعلیم دی ہے:

﴿وَتَعَاوَنُواْ عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلاَ تَعَاوَنُواْ عَلَى الاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُواْ اللّهَ اِنَّ اللّهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾(۳)

نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو۔ گناہ اور ظلم و زیادتی کے کاموں میں کسی کے ساتھ تعاون نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ کی سزا بہت سخت ہے۔

ریاست سے تعاون

خدمت خلق کا سب سے بڑا ادارہ ریاست ہے۔ افراد اور تنظیمیں ہزار طاقت ور سہی لیکن ان کی طاقت بہر حال محدود ہوتی ہے۔ ان کو اتنے وسائل و ذرائع حاصل نہیں ہوتے کہ ہر پہلو سے معاشرے کی خدمت کر سکیں اور اس کی تمام مشکلات کو حل کر دیں۔ ریاست غیر معمولی وسائل و ذرائع کی مالک ہوتی ہے اور اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے مختلف طریقے استعمال کر سکتی ہے۔ اس لیے ایک فلاحی ریاست کی یہ قانونی اور اخلاقی ذمہ داری سمجھی جاتی ہے کہ پورے معاشرے کی تعمیر اس ڈھنگ سے کرے کہ کوئی بھی شخص ضروریات زندگی سے محروم نہ رہے اور اسے وہ تمام سہولتیں اور مواقع حاصل ہوں جو اس کی ترقی کے لیے ضروری ہیں۔ اگر ریاست اپنی ذمہ داری کو محسوس نہ کرے تو اس کا وجود بے معنی ہے لیکن ریاست اتنی بڑی ذمہ داری سے اسی وقت سبکدوش ہو سکتی ہے جبکہ افراد اس سے تعاون کریں۔ محض ریاست کی کوشش سے معاشرہ غربت، افلاس، جہالت، بے روزگاری جیسی مصیبتوں سے پاک نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ہر فرد میں معاشرہ کو پستی سے نکالنے اور اوپر اُٹھانے کا

(۱) صحیح بخاری، باب من الایمان ان یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ، حدیث نمبر: ۱۳

(۲) صحیح بخاری، باب من انتظر حتی تدفن، حدیث نمبر: ۶۰۷۷،۸/ ۸۲۱

(۳) سورۃ المائدہ: ۲

جذبہ پایا جائے۔ ریاست اور افراد کے اشتراک و تعاون ہی سے خدمت خلق کا حق ادا ہو سکتا ہے، اس کے بغیر یہ کام ہمیشہ ادھورا اور ناقص ہی رہے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ، وَمَنْ تَرَكَ كَلًّا فَإِلَيْنَا»(۱)

جس نے مال چھوڑا وہ اُس کے ورثاء کے لیے ہے اور جس نے قرض چھوڑا وہ ہم پر ہے۔

فلاح و بہبود کی طرف خصوصی توجہ

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ خَلْقًا خَلَقَهُمْ لِحَوَائِجِ النَّاسِ يَفْزَعُ النَّاسُ إِلَيْهِمْ فِي حَوَائِجِهِمْ أُولَئِكَ الْآمِنُونَ مِنْ عَذَابِ اللهِ»(۲)

اللہ تعالیٰ کی کچھ مخلوق (بندے) ایسی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے پیدا کیا ہے، لوگ اپنی ضرورتوں کے وقت ان کے پاس گھبرا کر آتے ہیں (اور یہ ان کی ضرورتیں پوری کرتے ہیں) یہ لوگ (قیامت کے دن) اللہ کے عذاب سے محفوظ رہیں گے۔

ایک دوسری حدیث اس طرح ہے: کثیر بن عبد اللّٰہ بن عمرو بن عوف المزنی اپنے والد سے وہ اپنے والد (عمرو بن عوف) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جنہیں اللہ نے لوگوں کی حاجتیں پوری کرنے کے لئے پیدا کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھائی کہ انہیں دوزخ کی آگ کا عذاب نہیں دیں گے، پس جب قیامت کا دن ہو گا تو ان کے لیے نور کے ممبر رکھے جائیں گے جن پر بیٹھ کر وہ اللہ تعالیٰ سے گفتگو کریں گے جب کہ دوسرے لوگ حساب میں مبتلا ہوں گے"۔(۳)

احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فلاح و بہبود کے کاموں سے ایسے ہی ثواب ملتا ہے جیسے دوسری عبادات سے ثواب ملتا ہے اور دوزخ سے بھی ایسے ہی نجات ملتی ہے جیسے دوسری نیکیاں کرکے ہوتی ہے۔

مسلمانوں کو خوش کرنا

مومن صرف اپنی ذات کے گرد نہیں گھومتا بلکہ اپنے دوسرے بھائیوں کے دکھ درد میں بھی شریک ہو کر ان کے دکھ درد کا مداوا کرتا ہے، جو بات انہیں دکھ پہنچاتی ہے، اسے دور کرتا ہے، اس کا حل تلاش کرتا ہے، اس سے

(۱) صحیح مسلم، باب الصلاۃ علی من ترک دینا، حدیث نمبر: ۴۱۶۱، ۳/ ۱۱۸

(۲) طبرانی، سلیمان بن احمد، معجم الکبیر، باب زید بن اسلم عن ابن عمر، مکتبہ ابن تیمیہ، بیروت، ۱۹۹۴ء، ۱۲/ ۳۵۷

(۳) بیہقی، احمد بن الحسین بن علی، شعب الایمان، حدیث نمبر: ۷۶۷۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۰ھ، ۳/ ۱۲۳

نجات کی راہیں نکالتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالی ایسے انسان سے خوش ہوتے ہیں جو اپنے مسلمان بھائی کا غم ہلکا کرتا ہے، اس کے دکھ بانٹتا ہے۔ بڑی نیکیوں میں سے ایک نیکی یہ بیان فرمائی کہ وہ بندہ بہت اچھا ہے جو کسی انسان کو خوش کرتا ہے، خاص طور پر ایسا انسان جو رنج و غم میں مبتلا ہو، کسی حادثے کا شکار ہو گیا اور کسی صدمے کی وجہ سے نڈھال رہا ہو، ایسے انسان کے پاس جانا، اس کا غم ہلکا کرنا اور اسے خوش کرنا نیکی کا کام ہے، اس مفہوم کی متعدد روایتیں ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

«أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ:أَنْ تُدْخِلَ عَلَى أَخِيكَ الْمُسْلِمِ سُرُورًا أَوْ تَقْضِي عَنْهُ دَيْنًا، أَوْ تُطْعِمَهُ خُبْزًا»(۱)

کون سا عمل سب سے زیادہ فضیلت والا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے مسلمان بھائی کو خوش کر دیا اس کا قرض ادا کر دیا اسے کھانا کھلاؤ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو کام اور باتیں مغفرت لازم کرنے والی ہیں ان میں سے ایک اپنے مسلمان بھائی کو خوش کرنا ہے یعنی اس کی بھوک دور کرنا اور اس کی پریشانی (تکلیف) دور کرنا ہے"۔

ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنا

دین اسلام کی خصوصیات اور امتیازات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے پیروکاروں کی ایسی تربیت کرتا ہے کہ ان کا ظاہر و باطن، داخل اور خارج اور زبان و دل ایک ہو، اس میں دوئی اور دورنگی نہ ہو، جو بات دل میں سوچے وہی زبان پر آئے، اگر کسی شخص کا دل اور زبان ایک نہیں ہے تو اسلام اس کو نفاق اور منافقت کہتا ہے اور اسے دھوکے (خدع) کا نام دیتا ہے، حضرت تمیم بن اوس الداری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«الدِّينُ النَّصِيحَةُ قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ:لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ»(۲)

دین سراپا خیر خواہی ہے، صحابہ کہتے ہیں کہ ہم نے پوچھا: کس کے لیے خیر خواہی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے لئے، اللہ کی کتاب (قرآن مجید) کے لیے، مسلمانوں کے سربراہوں اور ان کے عام لوگوں کے لیے خیر خواہی کرنا۔

---

(۱) شعب الایمان، باب التعاون علی البر والتقویٰ، حدیث نمبر:۷۲۷۳، ۱۰/ ۱۳۰

(۲) صحیح مسلم، باب بیان ان الدین النصیحۃ، حدیث نمبر:۵۵، ۱/ ۷۴

متن میں لفظ "النصیحة" آیا ہے جس کا مادہ نصح ہے، یہ کلمہ قرآن مجید میں مختلف شکلوں میں تیرہ مرتبہ آیا ہے، اور احادیث میں بہت سے مقامات پر آیا ہے، عربی میں یہ کلمہ اپنے معنی میں بڑی وسعت رکھتا ہے، ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

"کلام عرب میں ایسا کوئی کلمہ نہیں ہے جو اس کلمے کے معنی واضح کر سکے، اور اپنے اندر سمو سکے"۔

مدینہ منورہ میں اسلام قبول کرنے کے بارے میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیان کیا کہ ہم جب آپ ﷺ کی خدمت میں اسلام قبول کرنے آئے تو آپ نے بیعت کرتے وقت عہد لیا، حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

«بَايَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ، فَاشْتَرَطَ عَلَيَّ: وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ»[1]

میں نے نبی ﷺ سے ہر مسلم کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔

اسلام کی مجموعی تعلیم اور رسول اللہ ﷺ اور سیرت اور آپ کے ارشادات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ایک مسلمان کو اپنی اصلاح کے لیے جہاں ذاتی نیکیاں، عبادتیں اور ریاضتیں کرنی چاہئیں وہاں اپنے ابنائے جنس (انسانوں) کی دینی ودنیاوی فلاح وبہبود کیلئے بھی کام کرنے چاہئیں۔ جس طرح معروف عبادات سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے اسی طرح اس کی رضا کی نیت سے اللہ کے بندوں کی فلاح وبہبود سے بھی حاصل ہوتی ہے۔ جس طرح عبادات واطاعت سے مومن جنت کا حق دار بنتا ہے اسی طرح اللہ کی مخلوق کی فلاح وبہبود سے بھی وہ جنت کا حق دار ہوتا ہے۔ اخروی نجات کے لئے حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی بھی ضروری ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے دین اسلام کو تمام انسانیت کے لئے خیر خواہی قرار دیا ہے۔

❁ ❁ ❁

(۱) صحیح بخاری، باب مایجوز من الشروط فی الاسلام والاحکام، حدیث نمبر: ۲۷۱۴، ۲/ ۲۶۳